علامہ مشرقی
شاعری و شاعرانہ نظریات

اورنگ زیب ملک*

علامہ عنایت اللہ خان مشرقی کی شاعری اور شاعرانہ نظریات پر مبنی اس مضمون کے دو حصے ہیں ۔ پہلے حصہ میں علامہ مرحوم کی حیات ' تصانیف' اشعار میں مذکور شخصیات ، حضور اکرم ﷺ ، اصلاح امت ، پاکستان اور شاعری سے ان کی نفرت جیسے موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے، جب کہ دوسرے حصہ میں ان کی تصنیف خریطہ کے تفصیلی دیباچہ کی تلخیص سے ان کے شاعرانہ نظریات تک رسائی کی کوشش کی گئی ہے۔

حصہ اوّل: علامہ مشرقی بحیثیت شاعر

برصغیر میں مغلیہ سلطنت کے عرصہ زوال (۱۷۰۷ سے ۱۸۵۷ء) میں سراج الدولہ ' ٹیپو سلطان اور دیگر علاقائی قوتوں کی غیر ملکی حملہ آوروں سے دو بدو مقابلہ کی کوشش کامیاب نہ ہو سکی اور فرانسیسیوں ، پرتگیزیوں ، ولندیزیوں اور انگریزوں میں سے بالآخر انگریز دو سو سال کے عرصہ میں برصغیر پر مکمل قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ برصغیر میں انگریزوں کے اقتدار کے اگلے نوے برس (۱۸۵۷ تا ۱۹۴۷ء) میں جن عسکری یا نیم عسکری تنظیموں نے انہیں چیلنج کیا ان میں سید احمد شہید کی تحریک آزادی ، سوبھاش چندر بوس کی آزاد ہند فوج اور علامہ عنایت اللہ مشرقی کی خاکسار تحریک سرفہرست ہیں۔ علامہ مشرقی کی سیاسی اور فوجی قائدانہ صلاحیتوں کے علاوہ ان کی پہچان وہ

---

* لائبریرین ، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ ، لاہور

علمی سرمایہ ہے جو انہیں آج بھی زندہ رکھے ہوئے ہے۔

حیات مشرقی پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء کو خان عطا محمد خان کے گھر امرتسر (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۸ برس کی عمر میں ایم اے ریاضی کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پہلی پوزیشن لے کر پاس کیا۔ ۱۹۰۷ء میں کرائسٹ کالج کیمبرج میں داخلہ لیا اور انگلستان میں قیام کے دوران فاؤنڈیشن سکالر' بیچلر سکالر' رینگلر سکالر' ٹرائی پوز (۴ مرتبہ) جیسے غیر معمولی اعزاز حاصل کر کے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد انڈین ایجوکیشن سروس' میں ۱۹۱۳ء سے ۱۹۲۵ء تک سرکاری عہدہ پر فائز رہے اس دوران اسلامیہ کالج پشاور میں پرنسپل' حکومت ہند کے انڈر سیکرٹری' گورنمنٹ ٹریننگ کالج پشاور کے پرنسپل' انسپکٹر مدارس' رجسٹرار امتحانات اور حکومت مخالف سرگرمیوں کی بنا پر ایک سکول کے ہیڈ ماسٹر کے طور پر بھی کام کیا۔ ترکِ ملازمت کے بعد قاہرہ میں منعقدہ اتحاد بین المسلمین کی مظہر اسلامی کانفرنس میں شرکت کی۔ ۱۹۳۱ء میں علامہ صاحب نے خاکسار تحریک کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی جو نظم و ضبط' خدمت خلق اور اطاعت امیر کے بنیادی منشور' خاکی وردی اور بیلچہ کے ساتھ ایک نیم عسکری روپ میں سامنے آئی ۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۷ء تک علامہ مشرقی نے خاکسار تحریک کی تنظیمی' اصلاحی اور سیاسی سرگرمیوں کو کسی نہ کسی طور پر زندہ رکھا ۱۹۴۸ء میں اسلام لیگ کی بنیاد رکھی اور ۲۷-اگست ۱۹۶۳ء کو اپنی وفات تک حکومت مخالف سرگرمیوں کی بنیاد پر کئی بار جیل گئے۔ علامہ مشرقی کا مزار اچھرہ لاہور میں ہے اور ان کی وفات کے بعد ان کے ساتھیوں اور بیٹوں نے خاکسار تحریک کو ازسرِنو بحال کرنے کی بھرپور کوشش کی تاہم بعد ازاں تحریک میں وہ زور و شور پیدا نہ ہو سکا جو علامہ مشرقی کی زندگی کا خاصہ تھا۔

تصانیف مشرقی

علامہ مشرقی نے سرکاری ملازمت کے آخری عرصہ میں فکروبصیرت کا ایک عظیم شاہکار تخلیق کیا جو کہ ۱۹۲۴ء میں "تذکرہ" کے نام سے شائع ہوا۔ تذکرہ قرآن

حکیم کی ایک عملی تفسیر کے طور پر سامنے آئی بعد ازاں علامہ مرحوم نے "اشارات"، حدیث القرآن، تکملہ (دو جلدیں)، قولِ فیصل، مقالات (دو جلدیں) "صلائے عام بہ ساکنانِ زمین" Human Problem, Man's Destiny "مولوی کا غلط مذہب"، "آزاد ہند کا دستور" وغیرہ تحریر کیں ان نثری تصانیف کے علاوہ علامہ مرحوم کے چار شعری مجموعے بھی شائع ہوئے جن سے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ "خریطہ"، "حریم غیب"، "دہ الباب" اور "ارمغان حکیم" کے عنوانات سے یہ چار دیوان دو مختلف مواقع پر شائع ہوئے "خریطہ" فارسی زبان میں شاعری پر مشتمل ہے جو کہ علامہ مرحوم کی بچپن یا لڑکپن یعنی پندرہ سولہ برس کی عمر کی شاعری ۱۲۶ رباعیوں اور ۱۷۵ شعروں پر مشتمل ہے علامہ صاحب کا یہ شعری مجموعہ شاعری سے متعلق ان کے نظریات کے عکاس ایک مقالہ (دیباچہ) کے ساتھ ۱۹۲۴ء میں پہلی بار منظر عام پر آیا علامہ صاحب کے دیگر تینوں شعری مجموعے ۵۲-۱۹۵۱ء میں شائع ہوئے۔

اپنی شعری تصانیف کی اہمیت افادیت مضمون و ضرورت کے بارے میں علامہ مشرقی نے خود ہی جا بجا وضاحت کر دی ہے مثلاً اپنی بچپن کی شاعری کے مجموعے خریطہ میں دئے گئے دیباچہ پر مشتمل ایک بسیط مقالہ کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ:

> "کم و بیش پانچ ہزار شاعروں نے اس دیباچہ کے مطالعے کے بعد اقرار کیا کہ وہ شاعری کو چھوڑ رہے ہیں" (ارمغانِ حکیم ص ۲۳۴)۔

قریباً نصف صدی تک شاعری کو خیر باد کہنے کے بعد اٹھارہ ماہ کی قید (جنوری ۱۹۵۱ء سے جولائی ۱۹۵۲ء تک) کے دوران لکھے گئے تین دیگر شعری مجموعوں کے بارے میں اپنے مؤقف کا اظہار اس طرح کیا ہے کہ

> "حریم غیب" میں میرا مقصد دین اسلام کی ماہیت کو علمی نقطۂ نظر سے واضح کر کے مسلمان کو اس کے فرائض سے آگاہ کرنا اور ظن کے بالمقابل علم کے مقام کی قطعی تشریح کرنا تھا۔ "دہ الباب" میں علم کے ساتھ ساتھ حلم اور نبوت کی تشریح سے دین اسلام بلکہ کائنات کے منتہا اور قرآن حکیم کے لائحہ عمل کو واضح کرنا تھا۔

"ارمغان حکیم" بھی ان دونوں مقاصد کی تکمیل کے طور پر ہے۔
اگرچہ اس کا رنگ مختلف ہے" (حریم غیب تمہید)۔
اسی طرح "دہ الباب" کی تمہید میں فرماتے ہیں

"میری ڈیڑھ ماہ کی مزاحیہ شاعری جو ۷ نومبر ۵۱ء سے ۲۴ دسمبر تک رہی تفنن طبع تک محدود نہ تھی۔ جن مسئلوں پر میں نے قلم اٹھایا ان پر ملت اگر غور کر کے عملی قدم اٹھائے تو اصلاح کی بنیادی صورت پیدا ہو سکتی ہے"۔

علامہ صاحب کا بنیادی مضمون ریاضی تھا اور انہوں نے اپنے کلام (ساڑھے چار ہزار اشعار) کو بھی ریاضی کی نذر کچھ اس طرح کیا ہے۔

"حریم غیب" کے ۱۸ سو اشعار ۱۰ فروری ۱۹۵۱ء سے ۲۰ مئی ۱۹۵۱ء تک کے دوران کے صرف دو ماہ آٹھ دن میں چار گھنٹے کی روزانہ مصروفیت کی اوسط سے کہے گئے "دہ الباب" کے قریباً تیرہ سو اشعار (یعنی ۲۴ دسمبر ۱۹۵۱ء تک کے) دو ماہ گیارہ دن میں اور "ارمغانِ حکیم" کے قریباً چودہ سو اشعار (یعنی ۹ جولائی ۱۹۵۲ء تک کے) تین ماہ چار دن میں قریباً اسی اوسط سے تھے" (حریم غیب - تمہید)۔

علامہ مشرقی نے ابتدائی طور پر اپنے لیے عنایت اللہ خان المشرقی الہندی لکھنا پسند کیا تاہم بعد ازاں صرف عنایت اللہ خان المشرقی لکھتے رہے اور تخلص المشرقی اور مشرقی اختیار کیا۔

اپنی شعری تصانیف کے نتیجہ خیز ہونے سے متعلق علامہ مشرقی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ:

"پاکستان کی شعر زدہ اُمت شاعری کو اُسی رنگ میں لے جس میں کہ میں نے لیا۔ لیکن ان مضامین کی طرف عملاً متوجہ ہو جن کی طرف توجہ دلانے کی خاطر میں نے شعر کے لباس کو اختیار کیا۔ زوال شدہ قوم کی طبیعت چونکہ لازماً نظری اور شاعرانہ واقع ہوئی ہے کیا عجب

کہ ہیجان خیز (بلکہ لمحوں ـــ اندر لکھے ہوئے بے مثال) اشعار کے اندر لپٹا ہوا علم اس کو شعر ... ہٹا کر علم کی طرف ہمیشہ کے لیے متوجہ کر دے" (ارمغانِ حکیم ص ۲۳۴)۔

اشعار میں شخصی تذکرے

علامہ مرحوم کے شعری مجموعوں میں جن شخصیات کا تذکرہ ملتا ہے ان میں انبیائے کرام حضرت آدم علیہ السلام ' حضرت ابراہیم علیہ السام ' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' خلفائے راشدین حسینؓ ' حضرت بلالؓ' حضرت زید بن ثابتؓ' طارق بن زیاد' حضرت جبریل و عزرائیل علیہ السلام' حضرت مریم و غیرہم کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔ نیز دیگر شخصیات جن کے بارے میں اشعار میں ذکر موجود ہے کی تفصیل اس طرح ہے:

دہ الباب

سید احمد شہید- اسماعیل شہید - مصطفیٰ کمال اتاترک- سرسید احمد خان- قائد اعظم- علامہ اقبال- لیاقت علی خان- گاندھی- نہرو- غالب- مولانا روم- رازی- سوری- اکبر الہ آبادی- امان اللہ خان- عطا محمد خان- نعمت اللہ وغیرہ۔

حریم غیب

چنگیز خان- سٹالن- لینن- کمال اتاترک- مہدی- منصور- گاندھی- نہرو- علامہ اقبال- سرسید- بہادر شاہ ظفر- حافظ مفتی حسینی- غالب- فاطمہ جناح- لیاقت علی خان- مِس دتا اسلم- اسلم ثانی- مجید الدین امجد (بیٹا)- زہیر- شیکسپئر۔

ارمغان حکیم

رومی- رازی- ابن رشد- حکیم بو علی سینا- چنگیز- منصور- محمود و ایاز- گاندھی- نہرو- علامہ اقبال- ہٹلر- بابر- سٹالن وغیرہ۔

کلام مشرقی میں علامہ اقبال کے حوالہ سے جابجا تذکرہ ملتا ہے۔ کئی نظمیں اقبال

کے حوالے سے عنوانات پر مشتمل ہیں مثلاً ''دہ الباب'' میں '' بے مائیگی اقبال'' اور ''اقبال کے چیلے'' جبکہ '' حریم غیب'' میں ''زندہ اقبال'' و ''مرقد اقبال'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علامہ مشرقی نے اقبال کے حوالے سے اپنے اشعار میں علامہ اقبال کی شخصیت، کردار، تعلیم، شاعری وغیرہ سے متعلق تذکرہ کے ساتھ ساتھ فرہنگ میں نثری تفصیل بھی گاہے بگاہے دی ہے اقبال سے متعلق مشرقی کے نقطہ نظر کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ پیش کرنے کے لیے علیحدہ مضمون لکھا جا سکتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا شاعرانہ تذکرہ

علامہ مشرقی نے اپنے مجموعہ ہائے کلام میں کئی عنوانات سے حضور اکرم ﷺ کا ذکر مبارک اشعار میں کیا ہے ان نظموں میں ''فریاد بدرگاہ رسول'' ، ''حاضری بدرگاہ رسول'' ، ''مسئلہ معراج محمد ﷺ و ارتقائے بشر'' شامل ہیں۔ خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت اور اپنی فریاد کا ذکر علامہ نے ''حریم غیب'' میں شامل اپنی نظم ''حاضری بدرگاہ رسول'' میں نہایت خوبصورت انداز میں کیا ہے ملاحظہ ہو:

مری فریاد بہ یک جست خوشا جا پونہچی
اللہ اللہ ! محمد کو صدا جا پونہچی
آہ تھی غمزدہ کی نیم شبی، رُک نہ سکی
برق کی طرح جو نکلی بُطحا جا پونہچی
آسمان پر وہ کڑک تھی کہ پھٹے جاتے تھے
کانوں کے پردے مگر مری نوا جا پونہچی
آنکھ میری جو لگی پل میں، تو زنداں کو اٹھا
سر بالین نشر ہر دوسرا جا پونہچی
ہلتے جاتے تھے چاروں طرف روضہ نبوی کے ستون
عاشق تند سے جب موج ہوا جا پونہچی

شاعری کی تمام کتابوں میں علامہ مشرقی نے حضور اکرمﷺ سے اپنی محبت کا جابجا ذکر کیا ہے۔

اصلاح امت

بانی خاکسار تحریک نے مسلم امت کی خرابیوں کی نشاندہی اور ان کی اصلاح کے بارے میں شاعری سے مدد لی ہے مثلاً حریم غیب میں ''ترکِ قرآن'' ''مکافات عمل'' ''خرابی نیت'' ''غلط تعلیم دین'' اصلِ دین و فرع'' دین کائنات ''زوال عصبیت'' ''ضرورت کردارنو'' ''فریضہ جہاد'' ''ضعف یقین'' ''شکوکِ ذہن'' ''تجلی حق'' ''اذاں'' ''دین خدا'' ''طلوعِ قرآن'' ''جرأت کردار'' ''ہدیٰ و دین الحق'' ''شعور قوم'' ''قرآن کی بلندی نگاہ' ''لقائے رب و تجلی حق'' وغیرہ اسلام اور مسلمان کے باہمی تعلق کی نشاندہی کرتی ہیں۔

''دہ الباب'' میں ''فراست مومن'' ''رمضان کے روزے'' ''تمکن فی الارض'' ''قرآن الارض'' ''مسئلہ مذہب'' مسئلہ سرمایہ داری و زکوۃ' مقام عالم' تعریف عالم' فرائض عالم' مقام قران' مسئلہ ارتقائے بشر و لقائے رب' مسئلہ نجات نوعِ انساں وغیرہ میں بھی اسلام مسلمان اور اصلاح احوال کی تحریک کچھ یوں نظر آتی ہے۔

دنیا کے لوگو آؤ اس فرق کو مٹا دیں
خلد و سقر کا جھگڑا ہی سرے سے سب چکا دیں
آنکھ اور کان دونوں اللہ کی نعمتوں کا
وہ بجائیں جگ میں ڈنکا کہ ہر ایک کو جگا دیں
انسان کو یہ بتا کر کہ نجات کا وسیلہ
سمع و بصر ہے' سب کو ہم آدمی بنا دیں
لاکھوں کروڑوں انساں اک ملک میں لگے ہوں
اور ہر بشر کی آنکھیں ہی سوئے خدا لگا دیں

(دہ الباب ص ۸۲)

اصلاح احوال اور صراطِ مستقیم کے لیے علامہ مشرقی کی "فریاد بدرگاہ خدا" "مناجات بدرگاہ عزوجل" ان کی مخلصانہ خواہش اور کوشش کا پتہ دیتی ہیں۔

پاکستان سے متعلق اشعار

علامہ مشرقی تحریک پاکستان اور پاکستان سے متعلق اپنے نظریات کا اظہار اپنے اشعار میں بھی اکثر کرتے ہیں مثلاً

سمجھ لو یہ جو پاکستان ملا تھا
فقط انگریز کی ہم پر عطا تھا
سمجھ لو ہم نہ لے سکتے تھے لڑ کر
وہ ہندو تھا لیا جس نے بگڑ کر

(حریم غیب ص ۱۹۷)

اسی طرح حریم غیب ص ۲۵۶ پر

کیا حق ہے کہ آزاد جو مسلماں ہو یہاں پر
ہم کو تو ملا ملک یہ تھا تحفۂ خدمات

علامہ مشرقی کو لفظ پاکستان سے بھی اتفاق نہ تھا اور اسی کا اظہار حریم غیب کی فرہنگ میں انہوں نے اس طرح کیا ہے:

" ۱۸ - پاکستان کا لفظ ازروئے قواعدِ زبان قطعاً غلط ہے ستان کا لفظ صرف اسم کے ساتھ لگ سکتا ہے۔ صفت کے ساتھ نہیں مثلاً افغانستان، قبرستان، گلستان، اگر مقصد پاک لوگوں کی جگہ بتانا تھا تو پاکیانستان ہو سکتا تھا ایک بنیادی نام کے متعلق بانیان پاکستان کی یہ ادبی غلطی نہایت شرمناک ہے" (حریم غیب ص ۲۷۱)

درج بالا فرہنگ در اصل ان کے درج ذیل اشعار سے متعلق ہے:

کہتے ہیں خوں کے سمندر بھی بہا کر یہ شقی
"قطرۂ خوں کے بغیر ہم سے یہ اقلیم بنی"

لفظ اک ان کے قلم کا'سو غلط ''پاکستان''
مبلغِ علم ہے ان ''اہلِ قلم'' کی کتنی!

پاکستان کے دو لخت ہو جانے سے متعلق اپنی پیش گوئی کا ذکر کرتے ہوئے وہ اپنی نظم ''سیاسی پیش بینیاں'' میں لکھتے ہیں:

اک اک شے میں نے گنوا کر بتائی تھی کہ یہ ہو گا
اک اک شے آج وہ سب ہو رہی ہے پوری طاقت سے
بتایا تھا کہ پاکستان کے دو ٹکڑے ہیں ناممکن
حفاظت ان کی ناممکن بہر عنواں حکومت سے

''ارمغان حکیم'' میں علامہ مشرقی نے ''ترانہ پاکستان'' کے عنوان سے نظم میں ارض پاکستان سے متعلق ایک روشن ' دعائیہ اور نیک رائے کا اظہار کچھ اس طرح کیا ہے:

مسلماں کی تمناؤں کی دنیا ' ارض پاکستان
مسلمانوں کی دنیا کی تمنا' ارض پاکستان
اُٹھ اے مرد جواں! تلوار سے رب کو سلامی دے
رضائے حق کا انعام ہویدا' ارض پاکستان
چل اے بطلِ وطن! مردوں کی پہلی صف میں تو آجا
کہ تو نے ہی بنانی ہے توانا' ارض پاکستان
جو پھر ارض وطن کو سجدہ گاہِ عرش کرنا ہے
تو مسلم کے لیے ہے اک مصلا' ارض پاکستان
جہاد و علم کی توفیق دے دے پھر مسلماں کو
خدایا! تو بنا تصویر زیبا! ارض پاکستان

تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے بعد کی قیادت کے بارے میں علامہ مشرقی نے اپنے اشعار میں اکثر ذکر کیا ہے ان رہنماؤں میں سر سید احمد خان- قائد اعظم- علامہ اقبال- لیاقت علی خان- فاطمہ جناح اور ڈھکے چھپے الفاظ میں بیگم رعنا لیاقت علی خان کے

اسمائے گرامی شامل ہیں۔ چونکہ اختلاف رائے کی بناء پر مشرقی مرحوم کو ۱۹۴۸ء سے وفات تک حکومت مخالف سرگرمیوں کی پاداش میں جیلوں اور سزاؤں کا سامنا کرنا پڑا اسی لیے ان کی شاعری میں تلخی کا رنگ نمایاں ہے مزید برآں مسلم لیگ اور اُس کی سیاست کے بارے میں بھی علامہ صاحب نے شعرو نثر میں اپنی رائے کا سنجیدہ اور مزاحیہ اظہار کیا ہے۔

مزاحیہ شاعری

علامہ مشرقی نے "حریم غیب" میں "مضحکات" کے عنوان سے اور دہ الباب میں "مضحکات بیکسی" کے تحت اپنی مزاحیہ شاعری کو ترتیب دیا ہے۔ جو ان کے بقول "تفنن طبع تک محدود نہ تھی۔ جن مسئلوں پر میں نے قلم اٹھایا ان پر ملت اگر غور کر کے عملی قدم اٹھائے تو اصلاح کی بنیادی صورت پیدا ہو سکتی ہے"۔

علامہ مشرقی نے اپنی مزاحیہ شاعری میں انگریزی زبان کے الفاظ کا بکثرت استعمال کیا ہے۔ مثلاً "چینک" ، الیکشن' پروڈے۔ ریزولیوشن' لیمنڈ' سوڈا فرسٹ' جسٹ' برسٹ' یوپی۔ برادر ' سنڈے' مومنٹم' البم' وہسکی رم' ہنی مون' الائی' سلیکٹ۔ پرفیکٹ وغیرہ۔ نیز ان کی مزاحیہ نظموں کے عنوانات مثلاً مسلم لیگ کی مرمت' اندھے کی ریوڑی' آئین کی پٹاری' مسلم لیگ کا حسب نسب' اسمبلی کا بندر' خفیہ داڑھی' پاکستانی پاکباز' کالی سیس' سیاپے' مولانا و مسٹر' بندر بانٹ' نمازی ابلیس' بھی ان کی حس مزاح کا پتہ دیتی ہیں۔ علامہ مرحوم کی مزاحیہ شاعری کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

وہی بُت کی ہے تندی اور اپنے حسن کی مستی
سمجھتے ہیں کہ بگڑی قوم ڈنڈوں سے سنورتی ہے
وُہی انداز معشوقانہ ہیں میری حکومت کے
جو مرتی ہے رعیت ' کہتے ہیں یہ "ہم پہ مرتی ہے"!

جو جمعے کی ہو چھٹی ، پھر مرا اتوار جاتا ہے
ارے چھیڑو نہ یہ مضموں، مرا تہوار جاتا ہے
وہ "سنڈے بیسٹ"، ننگے ناچ، غنچوں کا چٹکنا سب
اسی اتوار کو مے خانہ مرا یار جاتا ہے

ہوا کشمیر پر جھگڑا تو یو این او سلامت ہے
ہم اک دنیا کو اس ترکیب سے ایٹریکٹ کر لیں گےAttract
جہنم جائیں، ہم ممنوع یہ سب جیکٹ کر لیں گے Subject
جو ہندی مسلموں کو دکھ ملا،
اول تو ہیں ہی کیا
ڈنڈھورا اس قدر پیٹیں گے پاکستان کے لینے کا
کہ ہم ہر اک کو اپنا خیر خواہ ان فیکٹ کر لیں گےInfact
یہ پردہ کا بھی جھگڑا ہے عجب اک مولوی بولے
کہ پردہ فرض ہے عورت پہ، ہم سب دِل کے کچے ہیں
ادھر اک مولوی ہے "ماڈرن" سا، جس کو ہے تعلیم
کہ عورت ہے بنی ہی گرم کرنے کو جو ٹھنڈے ہیں

شاعری سے متنفر شاعر

علامہ مشرقی نے اپنی شاعری کے ابتدائی دور کے فارسی دیوان "خریطہ" میں شاعری اور شعراء سے متعلق اپنے خیالات کا واضح اظہار کیا ہے اور تاریخی ارتقاء اور مسلم دنیا کے شعراء کے حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ شاعری کس طرح اقوام کے زوال اور بے عملی کا باعث بنتی ہے اور شعراء کس طرح قوم کو ایک غلط سوچ اور سستی کی جانب گامزن کرتے ہیں۔ اس دیباچہ کے بارے میں جہاں ان کا یہ دعوی ہے کہ اسے پڑھ کر

کم و بیش پانچ ہزار شعراء نے شاعری ترک کر دی وہیں وہ خود شاعری کے چار دیوان مکمل کرتے ہیں۔ اردو شاعری و شعراء سے اپنی نفرت کا اظہار شاعری میں یوں کرتے ہیں۔

شعر تھا مرے لیے مہد سے ممنوعہ شجر
برملا اس کو کہا قاطع جہد اکبر
نیتی اس سے وہ پھیلے کہ کرے میلوں تک
قوم کے ذہنوں میں آباد خرابے یکسر
حریم غیب "فتنۂ شعر" ص ۷۷

قتل کی شعر نے امت کہ شرارہ اس کا
برق سا لپٹے، کرے ذہن کو پل میں بیکار
(حریم غیب سقوطِ کردار ص ۹-۱۰)

شعر کے بارے میں سوچا تو مجھے ہوش آئی
شعر بازی میں قلم کی تو ضرورت نہ کہیں
شعر ہے بے عمل انسان کے جذبوں کی دکاں
سربکف قوم ہو جس شعر سے وہ شعر نہیں
(حریم غیب ص ۴۴)

اکثر ہوئے ہیں قوم کے شل عضو شعر سے
تلوار سے ہے بڑھ کے بہت شعر کا فساد
(ارمغان حکیم ص ۱۶۱)

علامہ مشرقی نے امت مسلمہ اور بالخصوص پاکستانی قوم کے حوالہ سے اپنے اشعار و نثر میں "اُمت شعر زدہ" کی ترکیب استعمال کی ہے:

امت شعر زدہ کا ہے یہ "بالمثل" علاج
زندہ کر شعر سے جس شعر سے مردار ہوئی
شعر ادنی سا اشارہ ہے تری چٹکی کا

مغربی علموں میں بھی جب نہ تجھے بار ہوئی

(حریم غیب ص ۴۶)

بے قلم شعر سنا شعر زدہ امت کو
کیا عجب سن لے کہ ہے دارِ فنا جا پونہچی
تری تحریر ہے قرآن کی چلتی تصویرَ
تہمتِ شعر تو تھی تابہ خدا جا پونہچی

(حریم غیب ص ۴۲)

شاعری اور شعراء کی حیثیت کے بارے میں ان کے درج ذیل اشعار توجہ طلب ہیں

قول شاعر ہیں ہزاروں،میں گنا سکتا ہوں
جن کے جادو سے ہوئی قوم کی شل ہر رفتار
لاکھوں سیارے کیے شعر نے پیوند زمین
آسماں کر دیے ہمت کے کروڑوں مسمار
تنگ کر دیتا ہے ہر عرصۂ کردار کو شعر
اس کی ہر بات تکلف ہے ' بناوٹ ہے' سنگار

(حریم غیب ص ۱۰)

اپنے ایک مجموعہ کلام ارمغان حکیم میں شاعری سے متعلق اپنے نظریات کی عکاسی کچھ اس طرح کرتے ہیں:

''شاعری سے مجھے بے حد نفرت ہے البتہ اگر ان واہیات کو پڑھ کر کسی متنفس کے دل پر صرف اس قدر اثر ہو جائے کہ شاعری ایک عبث شے ہے تو میں سمجھونگا کہ اس زہر سے بھی تریاق کا کام نکل آیا''۔

''ارمغانِ حکیم'' میں ہی ''شاعری پر نقد و نظر''میں اپنے شعر کہنے کی وجوہ کا ذکر کچھ اس طرح سے ہے۔

''سب سے پہلے (خوابوں پر یقین نہ ہونے کے باوجود) مجھے خواب میں سرورِ

کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی توفیق عطا کی گئی۔ اس میں ایما یہ تھا کہ قید کی بیکاری میں (اور علی الخصوص اس صورت میں کہ مجھے کاغذ اور قلم نصیب نہیں) میں "شعر زدہ امت" کو جو کچھ کہوں شعر میں کہوں شاید کہ وہ مجھے سُنے۔ اس کے بعد جو منظر عالم ہوش و حواس میں پیش ہوا انتہائی طور پر حیران کن تھا۔ اور اب تک میں اس کی قابلِ یقین تشریح کرنے سے قاصر ہوں۔ اسی کتاب میں ص ۲۶۷ پر اس واقعہ کی تفصیل ملتی ہے۔

علامہ مرحوم کی شاعری کے تین دیوان قید کے دوران لکھے گئے اور اس دوران بھی شاعری کی حیثیت کے بارے میں اُن کے نظریات میں تبدیلی نہ آئی۔

"شاعری کے پیش پا اُفتادہ اور بے قیمت شے ہونے کے متعلق ایک یادگار بات جو ان تصانیف سے اخذ ہو سکتی ہے یہ ہے کہ اٹھارہ ماہ کی جاں گداز قید میں جو مجھے نصیب ہوئی' میرا صرف ۷ ماہ ۲۴ دن کی معمولی مصروفیت سے ساڑھے چار ہزار (صحیح تعداد ۴۶۷۰ ہے)۔ اشعار کے تین دیوان تیار کر لینا اس امر کی دلیل ہے کہ شاعری بذات خود کوئی قابل فخر شے نہیں اور زمانہ کو ابھی فیصلہ کرنا ہے کہ میری شاعری کا ادبی پایہ کیا ہے اردو زبان میں میں نے پہلی بار شعر کہے ہیں اور یہ بات شاعری کو اور بھی بے قیمت کر دیتی ہے"۔

(ارمغان حکیم، شاعری پر نقد و نظر ص۲۳۴)

درج بالا تحریر میں اپنی شاعری کی ادبی حیثیت سے متعلق سوال موجود ہے تو اپنے ایک دیوان " ارمغان حکیم،، ص۴۴ میں یہ دعوی بھی موجود ہے۔

مرا کلام ہے وہ مات کن ، حیات انگیز
کہ شاعروں کو پڑی ہے لحد میں جا مشکل
ہے درس میں مرے ہر شعر کے وہ حدت فکر
کہ پھڑکے ہے رگ وجداں حیا سے جوں بسمل

ارمغان حکیم میں بھی صفحہ نمبر ۷ اور ۹۷ پر اس کی تشریح اسی طرح کی ہے۔

مرا ہے شعر ہر اک علم و معرفت کا اس پہ

بے خبر کو نہ دے گا کچھ اس میں دکھلائی
غزل تو لکھ دی پلوں میں یہ شرح کون کرے
بلاؤ رومی و رازی و رُشد سینائی

پاؤں کی نوک سے تو میں لکھتا ہوں شعر وہ
پہنچے نہ جن کی گرد تلک شاعر اک کوئی
مرا کلام ہے وہ عذار جمال ہوش
جس پر لگی ہو آتش خال قلندری

ارمغان حکیم میں ہی ص ۲۶۳ پر ملاحظہ ہو:

رنگ اک بتا کہ جس میں نہ ہو طاق مشرقی
اب اس کے بعد لوگ بھی کیا شاعری کریں
مری توہین ہے بن جاؤں میں شاعر
کہ ناکاروں کا پیشہ شاعری ہے
یہ حکمت تھی کیا ناکارہ مجھ کو
سمجھایا پھر کہ شعر اک دل لگی ہے
کہاں ہو گا کوئی مجھ سا بھی شاعر
کہ جس کا شعر قہر کاہلی ہے
کہے لمحوں میں یہ سب شعر میں نے
ازل کی بارگاہ میں کیا کمی ہے
کوئی لاؤ تو اس کے ہی برابر
غزل یہ سادہ کارِ مشرقی ہے

(ارمغان حکیم ص۱۹۲)

حصہ دوم

علامہ مشرقی کی تصنیف خریطہ کے دیباچہ کی تلخیص

علامہ کے شعر و شاعری سے متعلق نظریات

علامہ مشرقی نے شاعری سے متعلق اپنے نظریات کی اساس قرآن کی اس آیت پر رکھی ہے۔

شاعر وہ لوگ ہیں جن کے پیچھے گمراہ لوگ ہی لگتے ہیں کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ (تخیل کی) ہر وادی میں سرگرداں رہے ہیں اور جو کچھ اوروں کو کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے(۱۱:۲۶)

درج بالا آیت کی روشنی میں ہی علامہ مرحوم نے شاعر اور شاعری کے انبیا اور مذہب کے ساتھ باہمی تعلق کو باہمی موازنہ کی صورت میں پیش کیا ہے ان کے خیال میں شاعر "ابن الوقت" ہے ، لوگوں کو خوش کرنے کے لیے کچھ کہہ دیتا ہے جو کہتا ہے انہی کے دل لگی بات کہتا ہے جذبات کو سطحی طور پر بھڑکا کر غفلت کا ترنم پیدا کر دیتا ہے۔ سوتوں کو اور سلانے کی فکر میں ہے ، گیتوں سے جگانے کا بہانہ کرتا ہے یا بد عمل قوم کو بدکاری کا لقمہ دیتا ہے یا پیار سے مار کا کام نکالنا چاہتا ہے لیکن علم و عمل کی راہوں پر گامزن ہو کر دلوں میں انقلاب پیدا کر دینا اس کا کام اصلاً نہیں"۔

انبیاء اور شعراء

عالم باعمل یا نبی علامہ مشرقی کے خیال میں " جو کہتا ہے کر دیتا ہے اور کیے جاتا ہے اور اسی کر دیئے اور کیے جانے کے اندر اس کے کہے کے اثر کا راز مضمر ہے شاعر کی شاعری اور اس کے اثرات کے مقابلہ میں انبیاء کے علم، کردار اور عمل کے حوالہ سے علامہ مرحوم نے اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا ہے۔

" وہ اپنے ساتھ علم و خبر لاتا ہے، قوم کی بیماریوں کی اٹل اور حکمی دوا لاتا

ہے' قانون خدا کا ایک جزو مہم لاتا ہے' امت کو آسمان تک اٹھا دینے کا بیرم لاتا ہے' پوری قوم سے دشمنی مول لینے کا سامان لاتا ہے' غلط تخیل اور غفلت کی عظیم الشان عمارت کو ڈہا دینے کا کدال لاتا ہے' مخالف سے بے پرواہی اور قوم کی بہتری کا سچا درد اس میں ہر وقت موجود ہے' وہ اکثر کسی ضخیم یا دلچسپ تصنیف کا مصنف نہیں ہوتا' کسی بڑے محرر یا مقرر بننے کا شوق نہیں رکھتا' لسانی اور چرب زبانی سے بہر نوع متنفر یا کلام میں مختصر، تحریر میں مجمل بلکہ بسا اوقات بلیغ اور مغلق، تقریر میں سادہ اور کم گو، اور خیالات کے اظہار میں شعر و فصاحت کے اعتبار سے پریشان اور بے ربط نظر آتا ہے۔

شاعر علامہ مرحوم کی نظر میں " جہاں کہیں پیدا ہوا ہے بے علم و بے عمل پیدا ہوا ہے۔ وہ بے علم اس لیے ہے کہ علم شعر کے لباس کو قطعاً قبول نہیں کرسکتا جو شے فی الحقیقت علم ہے وہ شعر قطعاً نہیں خواہ اس کی عبارت موزوں ہی کیوں نہ ہو گئی ہو اور جو شے فی الحقیقت شعر ہے اس کے اندر علم کا ہونا از بس محال ہے ۔ وہ بے عمل اس لیے ہے کہ اس دنیا میں عمل علم اور صرف علم سے پیدا ہوتا ہے اور شعر ہروقت اور بہرنوع عمل کا قطعی مخالف رہا ہے، اس کے مقابلہ میں انبیاء کا ذکر علامہ مرحوم نے کچھ اس طرح کیا ہے۔

" شاعر کی واہ واہ کے بالمقابل کڑیاں جھیلتا جاتا ہے اس لیے لوگ اس شہادت کو پاکر اس سے یکسر متاثر ہو جاتے ہیں ' پروانہ وار سب طرف سے اکٹھے ہو کر اس شمع سوزوگداز پر اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں ' یہی خوبی زندگی کی سچی علامت اور عروج کا سچا منظر ہے''۔

علامہ مشرقی نے شاعر اور نبی میں فرق کو ''صرف نوع اور جنس ہی کا فرق نہیں' فرش اور عرش کا فرق'' قرار دیا ہے وہ اسے جماد اور انسان کا فرق گردانتے ہیں ''شاعر جس قوم میں پیدا ہو گیا ہے اس قوم کے علم میں کسر رونما ہو چکی ہے اعضا میں انحطاط، خیال میں انقلاب، نصب العین میں تشتت، اذہان میں طوائف الملوکی، نظم و نسق میں شکست اس امت کے اندر جاگزیں ہو چکی ہیں جب تک کوئی قوم صاحبِ علم ہے شعر کو سرے سے قبول نہیں کر سکتی جہاں شاعر کے پھولنے پھلنے کا مواد تیار ہو چکا

ہے وہاں اس کے اندر علم کے سر بفلک درخت اگانے کی استعداد باقی نہیں رہی"۔

شاعری اور قومی انحطاط

زمانۂ جاہلیت میں شاعری کے عروج کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مختلف اقوام کے دور انحطاط میں جن مشہور شعراء کا تذکرہ کیا ہے ان میں سعدی' حافظ ہومر' شیکسپئر' غالب' امرء القیس شامل ہیں' ان کے خیال میں "سعدی وعظ گو تھا مگر قوم کے عام انحطاط کی تاریخ اس کے ہر وعظ میں نمایاں ہے، حافظ تغزل پسند تھا مگر تغزل کے پیرائے میں نوحہ گر تھا اور ہر غزل اس امر کی دلیل ہے کہ امت اپنا اکثر علم و اخلاق کھو چکی تھی۔ شیکسپئر کی تصانیف سے اس کے اپنے عہد کے اخلاقی انحطاط کا مکمل مرقع تیار ہو سکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان عجب واہیات میں پڑا تھا۔ ہومر رمز نویس تھا مگر اس وقت جبکہ قوم اپنی رزمی خصوصیات کو اکثر خیرباد کر چکی تھی۔ غالب کی تمام شاعری نظری ہے مگر اس کا نظری ہونا ہی اس امر کی شہادت ہے کہ قوم کے اندر کوئی مستقل ہیجان' کوئی ہاتھ پاؤں کا عمل موجود نہ رہا تھا حتی کہ خود بادشاہ وقت نے تلوار چھوڑ کر شاعری قبول کر لی تھی۔ امرء القیس کے زمانے کی تاریخ ضرب المثل ہے صرف شجاعت کی لن ترانیاں اس عہد کے اشعار میں کہیں کہیں باقی ہیں۔

قومِ عرب اور شاعری

علامہ مرحوم نے ظہور اسلام سے قبل اہل عرب کی جہالت اور اخلاقی انحطاط کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان میں "خوبیاں یک بیک زائل ہو چکی تھیں ذل و مسکنت سروں پر منڈلا رہی تھی مگر شعر اوج کمال پر تھا۔ لوگ سفر اور حضر میں ' رزم اور بزم میں' بلکہ عالم خواب میں شعر بے تامل کہہ دیتے، عکاظ کا بازار لگتا تو ملک کے ہر گوشے سے قبیلوں کے قبیلے پہنچتے مگر اصل مطلب شعر کا بازار گرم کرنا تھا"۔ ایسی حالت میں عرب میں حضور اکرم ﷺ کی آمد اور علم و عمل کی آخری دستاویز قرآن کے آنے سے جہالت اور بے بسی کی پیدا کی ہوئی ویرانیاں علم و عمل کے چمنستان کو کب تک مات کر

سکتی تھیں قرآن نے معاً اعلان کر دیا کہ شعر فی الحقیقت ایک عبث چیز ہے کسی روشن ضمیر اور صاحب عمل قوم کے لیے بڑی سے بڑی گمراہی ہے۔

قرآن کے نازل ہونے کا علامہ مشرقی کے خیال میں اثر چند برسوں کے اندر اندر یہ ہوا کہ عرب کی سرزمین میں شعر قطعاً مٹ گیا نابغہ' زہیر' طرفہ وغیرہ وغیرہ کی سب لن ترانیاں ایسی محو ہو گئیں کہ برسوں اور قرنوں تک وہ سرزمین کوئی مقتدر شاعر پیدا نہ کر سکی معلقات کے قصائد کی جاہلیت کے زمانے میں خاص تعظیم تھی، لوگ سُوق عکاظ میں جمع ہوتے یا خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے تو ان قصائد کو سُن سُن کر سر دھنتے ان کے آگے ماتھا رگڑتے' معتقدانہ سجدے کرتے' ان کے مصنفوں کو اپنا سچا رہنما مانتے مگر قرآن حکیم کی شرک برانداز اور ظلمت ربا تعلیم نے تعلقات پرستی کو جڑ سے اکھاڑ دیا، لات و منات کے ساتھ شاعری کا بُت بھی ایک مدت مدید کے لیے ٹوٹ گیا جہاں جہاں کوئی قافیہ بند تھا اس کی کچھ قدر و منزلت نہ رہی"۔

علامہ مشرقی نے اس نظریہ کی تائید کی ہے کہ چونکہ عربوں میں شعر و فصاحت کا خیال غالب تھا اس لیے "ان کا سوء ظن اسی طرف راجع ہوا کہ قرآن بھی شعر ہے کیونکہ مقفیٰ ہے سچ کے لگ بھگ ہے اس کے بیان میں زور ہے' لطافت اور اثر ہے' مرجع خلق ہو رہا ہے وہ یہی سمجھے کہ محمد ﷺ بھی ایک زور آور خطیب ہے قافیہ پیما اور شاعر ہے" رسول خدا کے بارے میں عربوں کی اسی بدگمانی پر علامہ مشرقی نے اسے طبعی قرار دیا ہے اور اس بارے میں قرآن حکیم کے اس اعلان کا ذکر کیا ہے کہ یہ اولوالعزم نبی ﷺ قطعاً شاعر نہیں ہیں اور قرآن حکیم بھی قطعاً شعری مجموعہ نہیں ہے علامہ نے قرآن حکیم اور حضور اکرم ﷺ سے متعلق اس تفصیل اور عرب قوم کے شاعری چھوڑ کر علم و عمل کی راہ پر گامزن ہونے کے واقعہ کو مصر کے عیسائی مورخ جرجی زیدان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عربوں نے "رسول خدا ﷺ کی دفات کے بعد بارہ برس کے اندر اندر چھتیس (۳۶) ہزار شہر اور قلعے سر کر لیے ، چار ہزار بت خانوں کلیساؤں کو پیوند زمین کیا، صدہا صومعوں کو مساجد میں تبدیل کر دیا، قیصروکسریٰ دست بستہ غلام بن گئے۔

علامہ مشرقی مرحوم نے شاعری اور شعرا سے متعلق حضور اکرمﷺ کے رویے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ان کے عہد میں اکثر مقتدر شاعر حلقہ اسلام میں داخل ہونے سے الگ تھلگ رہے۔ اس وقت ٹھیک طور پر یاد نہیں مگر معلقات کے کم ازکم ایک شاعر (زہیر ابن ابی سلمی؟) نے عہد رسالت پایا تھا اور وہ آخر دم تک مسلمان نہ ہوا۔ قصیدہ بردہ کا بڈھا مصنف عین اس وقت اپنا ہدیہ مدح لے کر آیا جب دین اسلام غالب ہو چکا تھا اور شاعری کی موت سامنے نظر آ رہی تھی"۔ علامہ مشرقی نے قصیدہ بردہ کے شاعر کے حوالہ سے حضور اکرمﷺ کے بارے میں لکھا ہے کہ سرور عالم قصیدے کو سن کر مسکرا دیئے اور شاعر فرتے کو اسلام کی طرف جذب کرنے کے لیے اپنی چادر انعام میں دے دی۔

علامہ مشرقی نے حضرت حسانؓ بن ثابت اور ان کی شاعری کے حوالہ سے اپنے نقطہ نظر کو اس طرح پیش کیا ہے۔

صدر اسلام میں لے دے کر اگر کوئی شاعر مسلمان ہو کر چمکا تو وہ حسان بن ثابت تھا۔ مگر ان کا شعر زمانہ جاہلیت کے شعر سے بدرجہا کم پائے کا ہے عہد رسالت میں ان کا کام اکثر یہی رہا ہے کہ دشمن رسولﷺ خدا کے برخلاف طعنوں کا بطور خود جواب دیا کریں مگر آستانہ نبوت سے ان کو اس امر کی تحریض نہ ہوتی تھی تاہم اسلام کی عملی خدمت اور ترقی میں ان کا وہ حصہ ہر گز نہ تھا جو اور صحابہ کرام کو ودیعت ہوا تھا بلکہ واقعہ افک کی تشہیر میں ان کے شرمناک حصے نے تاریخی نقاد کی نظروں میں ان کے حضرتﷺ پر ایمان و یقین کی قدرو منزلت بہت کچھ کم کر دی ہے۔

ظہور اسلام سے صدیوں بعد قوم عرب کے دوبارہ شاعری کی جانب لوٹ آنے کا ذکر کرتے ہوئے علامہ مشرقی نے ایک خاص کیفیت کی جانب اشارہ کیا ہے ان کے بقول ہر دربار میں شاعر، خطبوں اور تقریروں میں شعر، فرامین خسروی میں شعر، حتی کہ فوج کے سپہ سالاروں کی طرف خطوط لکھنے میں بھی سجع اور قافیہ کا التزام کیا گیا شاہی کاتبوں کے انتخاب میں شعر فہم اور مسجع عبارت کا لکھنا خاص قابلیت تصور کی گئی پھر جریر، فرزدق، اخطل، بشار، حطیہ، صریع الغوانی ابو نواس وغیرہ وغیرہ بیسیوں بے حیثیت

شاعر حشرات الارض کی طرح پیدا ہو گئے۔

علامہ کے بقول ''بلاغت جو کسی زمانے میں عرب کی زبان کا خاص الخاص امتیازی نشان تھا ایک ادنی سطح پر اتر گئی آٹھ صدیوں کی مدت میں شعر قوم کی رگ رگ میں اس طرح جاری و ساری ہو گیا کہ متنبّی نے شعر و فصاحت کی بناء پر نبوت کا دعوی کیا اور معتقد پیدا کیے مکرو ریا کے اسی تمام کذبستانِ عطل و جمود میں دینِ اسلام سر تاپا مسخ ہو گیا''۔

شاعری اور صوفیائے کرام

صوفیا کے کلام اور شعری ذوق کے حوالہ سے بھی علامہ مشرقی نے اپنے خیالات کا واضح اظہار کیا ہے ان کے خیال میں صوفیائے کرام نے ''حجروں میں آنکھیں بند کر کے بیٹھ رہنے کا شیوۂ زناں سیف زن مسلمانوں نے مذہباً اختیار کر لیا'' اور ''فرقہ صوفیا کا سارا ایمان و یقین شعر میں منتقل ہو گیا، ولولہ انگیز غزلیں اور ہوش ربا قوالیاں اور نعتیں خدا کی اس قولی توحید اور رسول کے اس قولی ایمان پر لکھی جانے لگیں' صوفی ان کو سن سن کر وجد میں آتے' ان کو پڑھ پڑھ کر حال کھیلتے اور اسی مضحکہ انگیز حالت کو اپنے ایمان کا آخری معراج سمجھتے''۔

مختلف صوفی شعراء حضرات کا ایک تجزیہ علامہ نے کچھ اس طرح پیش کیا ہے:

حافظ شیراز علیہ الرحمۃ اس قطع کے شعر کا موجد تھا ان کی تمام غزلیں اسی توحید اور معرفت کی چاشنی کے باعث مزیدار ہیں لوگ ان کے اندر غیب کی آواز سنتے ہیں ان سے فالیں لیتے ہیں استخارے کرتے ہیں تبرکاً سر اور آنکھوں پر رکھتے ہیں ان کے مصنف کو لسان الغیب کہتے ہیں جامیؒ عراقیؒ مولانا روم وغیرہ وغیرہ سب جلیل القدر شعراء اسی نظری معرفت کے بڑے مفسر تھے اور جو اثر ان کے اقوال کا امت اسلام کے تخیل پر ہوا' جس حیرت انگیز سرعت سے ان کے شعر نے ایمان اور توحید کی اصلی صورت مسخ کر کے دین اسلام کو اقوال کا مجموعہ بنا دیا تاریخ میں شعر کی بے مثال طاقت

انقلاب کی واحد مثال ہے''۔

شاعری اور موسیقی

علامہ مشرقی نے امت مسلمہ میں شاعری اور موسیقی کے باہمی ربط کو ترنم، عشق حقیقی، عشق مجازی، اور امرد پرستی کے حوالہ سے پیش کیا ہے ان کے خیال میں:

''اُمت محمدیہ ﷺ نے بھی اور مذاہب کی طرح ترنم کو اپنے دین کے اندر داخل کر لیا، صوفیا نے اس فن کو نہایت سرعت سے ترقی دی اور عجیب و غریب بحریں جن کا ترنم دل کے محسوسات کو بھڑکانے میں خاص طور پر مدد دے سکے اسی مطلب کے لیے رواں کیں پھر پیروں اور اولیاؤں کی مزاروں پر ان کا گانا دین اسلام کا مستقل جزو بن گیا مزاروں پر رونق اور زائروں کا ہجوم روز بروز بڑھتا گیا لوگ ان قوالیوں کو عدد بربط اور طبلوں کی تھاپ پر سنتے سر دھنتے عورتوں کی طرح روتے اور بے ہوش ہو جاتے''۔

علامہ مشرقی نے ایرانی عشقیہ شاعری اور بالخصوص حافظ جامی وغیرہ علیہم الرحمۃ کی شاعری کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ انہوں نے اس کی بُنیاد ''توحید'' اور ''اشدُ حُبًا لِلّٰہِ'' کے تخیل پر رکھی تھی، اسی تغزل اور تعشق میں صرف خدا اور رسول ﷺ مخاطب تھے، حب و عشق کے لوازمات اور جذبات کا اطلاق انہی پر ہوتا تھا اور خطاب کا صیغہ اشارۃً یا بداہۃً عرب شاعری کے اسلوب تغزل کے برخلاف مذکر تھا۔ یہ تلمیحی علم ادب جب عوام میں محبوب ہونے لگا اور لوگوں کے سفلی جذبات اس کے پیدا کیے ہوئے ہیجان سے خوب بھڑکنے لگے تو غیر صوفی شعراء نے بھی متقدمین کے تتبع میں اپنے معشوق کو مذکر باندھا، اس کو ایک زلفوں اور سنبل گرہ گر دالا اُمرد سمجھ لیا، اس کا نتیجہ بالآخر یہ ہوا کہ تمام عالم اسلام میں رفتہ رفتہ امرد پرستی کی شرمناک رسم شروع ہو گئی''۔

علامہ کے خیال میں اس قبیح بیماری سے ایران ہندوستان وسط ایشیا روم حتی کہ عرب اور مصر بھی محفوظ نہ رہ سکے۔

☆☆☆